العود الى الفطرة

فطرت کی طرف واپسی

خطبہء جمعہ، بابت ماہ مارچ ۲۰۱۵ء
منجانب: تمام مکاتب فکر کی مشترکہ تنظیم آل انڈیا امامس کونسل

نحمده و نصلی علی رسوله الکریم ، أما بعد!

فـقد قال الله تعالی: ''فأقم و جهک للدین حنیفاً، فطرة الله اللتي فطر الناس علیها، لاتبدیل لخلق الله، ذالک الـدیـن القیم، و لکن أکثر الناس لایعلمون، منیبین الیه ، و اتقوه، و أقیموا الصلاة، و لاتکونوا من المشرکین، من الذین فرقوا دینهم، و کانوا شیعاً، کل حزب بما لدیهم فرحون''. (روم:۳۰۔۳۲)

و قال النبي ﷺ : ''کل مولود یولد علی الفطرة، فأبواه یهودانه، أو ینصرانه، أو یمجسانه''. (بخاری:)

اسلام کی فطرت میں قدرت نے لچک دی ہے — اتنا ہی یہ ابھرے گا جتنا کہ دباؤ گے

حضرات سامعین کرام!

اللہ تعالی کا قرآن کریم میں ارشاد ہے: ''اے انسانو! بے شک ہم نے تم کو بنایا ایک مرد اور ایک عورت سے، اور رکھیں تمھاری ذاتیں اور قبیلے؛ تاکہ تمھاری آپس کی پہچان ہو۔ تحقیق اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ عزت والا وہی ہے جو تم میں سب سے زیادہ تقوی والا ہے، بیشک اللہ سب کچھ جانتا اور خبر رکھتا ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالی نے ساری انسانیت کی یکسانیت کو بیان فرمایا ہے۔ ہر انسان ایک ماں باپ کی اولاد ہے اور سب برابر ہے۔ فطرتِ تخلیق کے لحاظ سے کسی میں کوئی فرق نہیں ہے۔ سب کا خمیر ایک، سب کا مادہ ایک، سب کی نسل ایک، سب کی حقیقت ایک۔ یہ حقیقت سب کو سمجھانے کے لیے اللہ نے یہ آیت عطا کی۔

ایک تعلیم یافتہ باصلاحیت نوجوان فوٹو گرافی کا پیشہ ور ہے۔ اس کو مسلم غیر مسلم ہر کسی کی شادی، پارٹی، پروگرام اور مختلف دعوتوں میں فوٹو گرافی کے لیے جانا پڑتا ہے۔ ایک دن وہ ایک برہمن کی شادی کی تقریب میں شرکت کے لیے گیا تو اُسے دولہا دولہن کی جگہ سے دور رکھا گیا؛ کیوں کہ وہ نوجوان نیچی ذات کی فیملی میں پیدا ہوا تھا۔ کچھ دن بعد اُسے ایک اور شان وشوکت والی شادی پروگرام میں فوٹو گرافی کے لیے کام ملا۔ جب وہ شادی میں گیا تو اس کے ساتھ وہ کچھ نہیں ہوا، جو اس سے پہلی شادی میں ہوا تھا؛ مگر جب کھانا کھانے کی باری آئی تو سب لوگ اچھے ڈش اور پلیٹ میں کھا رہے تھے؛ مگر اس کو کیلے کے پتے پر کھانے کو دیا گیا۔ جو اس پر بہت گراں گزرا۔ اس کے بعد اس کو ایک اور شادی میں شرکت کا موقع ملا۔ اس شادی میں اس کو کسی طرح کی کوئی پابندی نظر نہیں آئی۔ ہر کوئی اس کے ساتھ اپنائیت سے پیش آتا اور جو بھی پوچھتا تھا، اسے تسلی بخش جواب ملتا۔ جب کھانے پینے کا مرحلہ آیا تو وہ اپنے سابقہ تجربہ کی روشنی میں کسی نئی صورتِ حال کا سامنا کرنے کے لیے تیار کھڑا تھا؛ مگر اس کا گمان غلط اس لیے ثابت ہوا کہ اس کے ساتھ کوئی امتیازی برتاؤ نہیں کیا گیا۔ سب کے ساتھ مل کر، ایک ہی جگہ، ایک ہی جیسی پلیٹ، ایک ہی جیسا کھانا، ایک ہی جیسا برتاؤ۔ یہ سب دیکھ وہ دنگ رہ گیا۔ یہ کسی مسلمان کی تقریبِ شادی تھی۔ کچھ ہی دنوں کے بعد وہ نوجوان اپنی پوری فیملی کے ساتھ اسلام قبول کر لیا۔

سوال ہے کیوں......؟ یقیناً اس کو کچھ تو ایسی چیز ملی ہوگی۔ جس نے اُسے اتنے بڑے فیصلے پر آمادہ کیا.............وہ چیز ہے: مہذب گفتگو، احترام وتواضع ،اسلامی رواداری، باہمی ملنساری اور بلاتفریق آپسی محبت۔

فطرت کی تلاش:

اللہ تعالی قرآن کریم میں ارشاد فرماتا ہے: ''تم اپنا چہرہ دین حنیف کی طرف سیدھا رکھو۔ یہ وہ فطرت ہے جس پر اللہ نے تمام انسانوں کو پیدا کیا ہے۔ (اس فطرتِ سلیمہ اور دین فطرت کی) تخلیق میں کوئی ردّ و بدل نہیں ہوسکتا ہے۔ یہی ہے سیدھا اور مضبوط دین؛ لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔ سب رجوع ہو جاؤ اللہ کی طرف اور اسی سے ڈرتے رہو۔ نماز قائم رکھو اور ان شرک کرنے والوں میں مت شامل ہو جاؤ، جنھوں نے اپنے دین میں پھوٹ ڈالا اور فرقوں میں بنٹ گئے۔ ہر فرقہ جو اس کے پاس ہے اس پر نازاں وفرحاں ہے''۔ (روم:۳۰۔۳۲)

جس معبود نے انسان کا خمیر تیار کیا۔ اس کی سرشت، فطرت، مزاج، طبیعت اور ماہیت کو بنایا۔ جسم کے ہر عضو کو متناسب، متوازن اور برمحل

بنایا۔اس خالق سے بڑھ کراس مخلوق کی حقیقت اورضرورت سے کون زیادہ واقف ہوسکتا ہے؟ صفات کا ذات سے ہم آہنگ ہونا جس طرح ضروری ہے،اسی طرح انسانی وجود کا ذہنی اور دماغی فطرت کے موافق ہونا بھی لازمی ہے۔ ہرمخلوق کے متناسب الحال زندگی کا راہ گزر بھی طے کردیا ہے۔اس ''رہ گزر'' کو ہم ''دین'' بول سکتے ہیں۔ جس زمانے میں جس طرح کا ''رہ گزر'' درکار تھا، وہ اللہ تعالی نے مقرر فرمایا۔اسی پر زندگی گزارنے اور عمل کرنے کا حکم بھی فرمایا۔ ملت ابراہیمی ، شریعت موسوی، دین عیسوی اور اسلام محمدی کے چند فروعی فروق کے علاوہ بنیادی اصول میں اتحاد کو ہم اسی تناظر میں دیکھ سکتے ہیں۔تخلیقی فطرت کا تعمیری اور تربیتی اورتہذیبی اصولوں پر گامزن ہونا ہی ''أقم و جهک للدین حنیفاً'' کا مظہر ہے یعنی تمام کجی اور کمی سے دور، مکمل حکم الٰہی پر بحیثیت فطرت زندگی گزارنا ''دین'' ہے۔

اسی کو اللہ کے حبیب سرکارِ دوعالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''کل مولود یولد علی الفطرة، فأبواه یهودانه، أو ینصرانه ، أو یمجسانه''.( )

پیدا ہونے والا ہر بچہ فطرتِ اسلام پر پیدا ہوتا ہے، پھر ان ساری متحد الفطرۃ اولاد کو اس کے ماں باپ یہودیت،نصرانیت اور مجوسیت کی طرف لے کر چلے جاتے ہیں۔

جولوگ فطرت کے خلاف نوزائیدہ بچوں ، بے علم بڑوں اور نادان بزرگوں کو لے جاتے ہیں،ان کو دوبارہ فطرت پر واپس لانا ہی دراصل ان کی حقیقی ''گھر واپسی'' ہے؛ تاکہ منزل کے متلاشی کو ان کا کھویا ہوا ''گم شدہ گھر'' پھر سے دریافت ہوجائے اور وہ بہکا ہوا بندہ اپنے حقیقی مالک کی بتائی ہوئی صحیح منزل پر پہنچ سکے۔

اس فطری اتحاد کو محسوس طریقے پر آپ ﷺ نے اس طرح بیان فرمایا: ''ألا! لا فضل لعربي علی عجمي، و لعجمي علی عربي، و لا لأبیض علی أسود، و لأسود علی أبیض، کلکم من آدم و آدم من تراب''۔( )

کسی عربی کو کسی عجمی پر، یا کسی عجمی کو کسی عربی پر، یا کسی گورے کو کسی کالے پر، یا کسی کالے کو کسی گورے پر کوئی برتری اور فضیلت نہیں ہے۔تم سب آدم کی اولاد ہو اور آدم مٹی سے بنائے گئے ہیں۔

اسی برابری اور فطری یکسانیت نے انسانوں کو ساری آزادی دی، کتابیں پڑھنے، لکھنے، ایک ساتھ عبادت کرنے،مل جل کر زندگی گزارنے اور ایک ساتھ مل بیٹھ کھانا کھانے، ایک ہی جیسے سماجی اور معاشرتی ماحول میں رہنے کی اور ہر طرح کی آزادی عطا کی۔ جب اسلام ہی سب کی منزل ہے تو اب ان کو کونسے گھر کی طرف واپس لے جایا جارہا ہے؟.......... ذرا غور کیجیے۔

کیا اس مذہب کی طرف جس کی تنگی سے بیزار ہوکر، اونچ نیچ کے فرق سے اُکتا کر، معاشرتی ذلت اور حقارت سے تنگ آکر چھوڑ دیا ہے۔ کیا انسان کو پھر سے اسی منافرت کے بھنور میں دھکیل دینا چاہتے ہیں یا پھر سے خودساختہ اونچی ذات کے لوگوں کی غلامی اور دست نگری میں ذلت کی زندگی جینے کی طرف ''گھر واپسی'' کرائی جارہی؟ آخر کیا ہورہاہے، یہ سب؟ اور کہاں سوگیا ہے زندہ انسانی قلب!؟

گھرواپسی کا پس منظر:

یہ کوئی نئی چیز نہیں، قرآن کریم ہمیں بتاتا ہے کہ یہ بہت پرانی روایات چلی آرہی ہیں۔قرآن میں انبیاء کرام کے ادوار کی ایسی بہت سی اقوام کی مثالیں اور واقعات مذکور ہیں ۔ جب اللہ کے نبی علیہ السلام نے ان کو ''دین فطرت'' کی طرف بلایا تو انھوں نے یہی جواب دیا: ''لنخرجنک من قریتنا، أو لتعودن في ملتنا'' کہ تمھارے لیے دو ہی راستہ ہے۔ملک چھوڑ کر چلے جاؤ، یا پھر ''گھر واپسی'' کرلو اور ہمارے باپ دادا کے دین میں لوٹ آؤ۔

حضرت شعیب علیہ السلام نے جب حق وانصاف کی دعوت دی تو ان کی سرکش قوم نے یہی جواب دیا تھا: ''قال الملأ الذین استکبروا من قومه: لنخرجنک یاشعیب و الذین آمنوا معک من قریتنا، أو لتعودن في ملتنا، قال : أو لو کنا کارهین''. (اعراف:۸۸)

حضرت شعیب کی قوم کے سرکش سرداروں نے کہا: اے شعیب! ہم تم کو اور تمھارے ساتھ ایمان لانے والوں کو ضرور اپنے شہر سے باہر نکال دیں گے، یا تم پھر سے ہمارے دین میں واپس آجاؤ، بولے: کیا ہم اس کو ناپسند کریں گے تب بھی؟''۔

حضرت یاسر، ان کے بیٹے عمار، حضرت فکیہہ، خبیب ، بلالؓ پر ناقابل برداشت ظلم اسی لیے کیا جاتا تھا کہ ان کو مذہب حق سے ہٹا کر باطل

دھرم کی طرف پھر سے لوٹا دیا جائے۔ حتی کہ خود نبی کریم ﷺ کو بھی اپنے آبائی دین پر قائم رکھنے کے لیے مال، حکومت، منصب ہر طرح کے ہتھکنڈے استعمال کرتے رہے۔ اور نہ ماننے پر جان تک لینے کے فیصلے کر لیے۔ راہِ حق میں ظلم وتشدد کا شکار بننا، دشمنی اور نفرت کی نگاہوں سے دیکھا جانا، در بدری کی سزا بھگتنا، تاریخ کا بہت بڑا باب ہے۔

اسلام اپنی خوبی، سلیقے اور بلند معیاری کی وجہ سے ہندستان میں بھی بڑی تیز رفتاری کے ساتھ آگے بڑھ رہا ہے۔ بس جو لوگ اسلام میں نہیں آرہے ہیں اس کی دو ہی وجہ ہیں: یا تو انھیں غلط سلط بتلا کر اسلام کا دشمن بنا دیا گیا ہے، یا پھر وہ اسلام کی بنیادی جانکاری سے بھی ناواقف ہیں۔ ایسے لوگوں تک پہنچنا اور ان کو اسلام کی صحیح معلومات فراہم کرنا تمام مسلمانوں کی ذمہ داری ہے۔ ہندستان میں اسلام کی روز افزوں بڑھتی تعداد سے فاشسٹ طاقتیں اور سنگھ پریوار بری طرح سے خوف زدہ ہیں۔ اس لیے وہ چاہتے ہیں کہ کسی بھی طرح ہندستان میں ایسا قانون بنا دیا جائے کہ ''حکومت کی اجازت کے بغیر کوئی اپنا مذہب تبدیل نہ کر سکے'' اس قانون کو بنانے اور پاس کرنے کے لیے بی جے پی گورمنٹ کو کچھ نہ کچھ اشُو (بہانہ) چاہیے۔ وہ بہانہ اور خفیہ راستہ ہے ''گھر واپسی'' کا پروگرام۔ مگر ہمیں بالکل خوف زدہ یا نا اُمید نہیں ہونا چاہیے؛ بلکہ پوری استقامت اور تسلسل کے ساتھ اپنے مدعوں پر قائم رہ کر کام کرتے رہنا چاہیے۔ ہم نے ماضی میں بہت سے فرعون دیکھے اور ان سے مقابلہ کیے ہیں۔ موجودہ فرعون اور طاغوتی طاقتوں کو بھی ان شاء اللہ ہم وہی تاریخی سبق سکھانے کے لیے تیار رہیں گے۔

کن لوگوں کی ''گھر واپسی'' کرائی جارہی ہے؟

تین قسم کے لوگ ہیں جو اس پروپیگنڈے کے شکار ہورہے ہیں:

(۱) پہلے وہ لوگ جو مسلم گھرانے میں پیدا تو ہو گئے ہیں؛ مگر ان کو اپنے نام اور مسلمانی خاندان کے علاوہ اور کچھ معلوم نہیں۔ وہ صرف اسلام کے نام پر جی رہے ہیں۔ ان کی جہالت اور ناواقفیت سے فائدہ اٹھا کر، انھیں ''مرتد'' بنانے کی کوشش چل رہی ہے۔

(۲) دوسرے وہ بے یار و مددگار اور بے سہارے مسلمان ہیں جو مسلمان تو ہیں اور ضروری معلومات بھی ان کے پاس ہیں؛ مگر ان کا کوئی ہمدرد نہیں ہیں۔ وہ خاندان اور جماعت سے الگ تھلگ زندگی گزارنے پر مجبور ہیں۔ ایسے لوگوں کو دھمکی دے کر اور ظلم و جبر سے ڈرا کر ''اسلام سے باہر نکالنے کی کوشش'' چل رہی ہے۔

الذين أخرجوا من ديارهم بغير حق اِلا أن يقولوا : ربنا الله، و لولا دفع الله الناس بعضهم ببعض لهدمت صوامع، و بيع، و صلوات، و مساجد يذكر فيها اسم الله كثيراً، و لينصرن الله من ينصره ، ان الله قوي عزيز''. (حج:۴۰)

(۳) تیسرے وہ لوگ ہیں جو غربت وافلاس کے شکار ہیں۔ جن کے پاس رہنے کے گھر، کھانے کو سامان اور پہننے کو کپڑے تک نہیں ہیں۔ ایسے لوگوں کو گھر، زمین، شہریت، دولت اور بی پی ایل و آدھار کارڈ کی لالچ دے کر ''اسلام سے برگشتہ'' کرنے کی سازش ہورہی ہے۔

بڑے افسوس کی بات یہ ہے مسلم امت جو سب کا ہمدرد اور غم خواری کے لیے پیدا کی گئی ہے، آج اپنے داخلی چند مسائل میں الجھ کر رہ گئی ہے۔ جن کے پاس تالیفِ قلب کا ایک پورا نظام زکاۃ موجود ہے، وہ بھی غریبوں اور ضرورت مندوں تک نہیں پہنچ رہے ہیں۔ اسی کا نتیجہ آج ہمیں ''گھر واپسی'' یا ''ارتداد'' کی شکل میں دیکھنے کو مل رہا ہے۔ اس کے بارے میں اللہ کے یہاں ہمیں کل جواب بھی دینا ہے۔

مومن کی ذمہ داری؟

اس کے لیے ہمیں چار کام کرنے ہوں گے:

(۱) ہر انسان فطری طور پر آزاد پیدا کیا گیا ہے۔ اس کو آزادی چاہیے۔ ایک بچہ ہمیشہ ماں باپ سے نظریں چُرا کر گھر باہر جانے کی کوشش میں رہتا ہے۔ کھیلتے ہوے بچے کو گھر آنے کو کہیں تو انھیں بہت شاق گزرتا ہے۔ آزادی انسان کی ایک فطری اور طبعی پیاس ہے۔ جس کو صرف اسلام پورا کرتا ہے۔ اسلام اللہ کے سوا کسی اور کی غلامی اور تابعداری کو قبول نہیں کرتا ہے۔ آج ساری دنیا انسانوں کو اپنے ہی جیسے دوسرے انسانوں کی غلامی کے زنجیر میں جکڑ دینا چاہتی ہے۔ حقیقی آزادی کی جگہ انھیں بے پردگی، بے غیرتی اور آوارہ پن دینا چاہتی ہے۔ اس وقت ساری دنیا میں حیاء اور صحیح آزادی کا تصور اور اس پر عملی نمونہ پیش کرنے کی ضرورت ہے۔

(۲) اللہ کی صحیح معرفت ہر بندۂ خدا کی خواہش اور طلب ہے۔ وہ اس طلب کو پتھروں، دریاؤں، پہاڑوں، جانوروں اور مورتیوں میں ضائع کر رہا ہے۔ اس کی کشتی جستجو کو صحیح کنارے پر لگانا ہم سب کی ذمہ داری ہے۔ مالک، رب، حاکم اور خالق کی پہچان سے ہی لوگوں کو صحیح چین وسکون، راحت واطمینان حاصل ہوگا۔ ایسا رجحان پیدا کرنا کہ ہر کوئی اپنے حقیقی خالق کی جستجو میں لگ جائے بہت ضروری ہے۔ ان کو حکیمانہ انداز میں یہ بھی

بتانا ہوگا کہ جن چیزوں میں تم اپنے خدا کو ڈھونڈ رہے ہو، وہ اس کی مخلوق ہیں۔ ان سب کا خالق ہی تمھارا حقیقی خدا اور برحق معبود ہے۔

(۳) انصاف کی طرف پیش قدمی۔ ہر انسان اپنی ضروریات سے وابستہ ہیں۔ ان میں کمی اور ظلم اس کو برداشت نہیں۔ اگر ان کے اوپر ہو رہے ظلم کو ہم روک سکیں گے تو وہ اپنے دل میں ہمیں جگہ دیں گے۔ ایک چھوٹا سا بچہ بھی اپنے بھائیوں کے ساتھ چاکلیٹ برابر چاہتا ہے، ایک بھی کم ہوا تو نہیں لے گا۔ یہاں ہمیں تجربہ ملتا ہے کہ مزید انصاف کی طرف پیش قدمی اور ظلم وستم سے دوچار افراد کی دادرسی ہمیں ان کی محبت عطا کرے گی۔ ہمیں ان کا ہمدرد بنا دے گی۔ اور پھر ان کے دل جیتنے سے کوئی نہیں روک سکے گا۔ وہ ہمارا احترام کرنے والا، ہماری بات پر قربان ہونے والا اور اپنی زندگی کو اسلام پر نچھاور کرنے والا بن جائے گا۔

اگر اس میں ہمیں کامیابی مل جاتی ہے تو پھر یہ ''ھرم پریورتن''، ''گھر واپسی''، ''لو جہاد'' یا دوسرے پروپیگنڈے اپنی موت آپ مر جائیں گے۔

(۴) دیگر مذاہب کی حقیقت بیانی۔ ہم اسلام کی حقانیت کو ثابت کرنے کے لیے کسی دوسرے مذہب کا محتاج نہیں؛ مگر جو لوگ اسلام کے خلاف شدومد کے ساتھ پروپیگنڈے میں جڑے ہوئے ہیں، ان کی حقیقت کو آشکارہ کرنا بھی ہماری ذمہ داری ہے۔ ان کو یہ بتانا کہ ہر نبی کو اللہ نے صحیح دین دے کر دنیا میں مبعوث فرمایا۔ جب نبی رہے وہ دین اپنی صحیح حالت میں برقرار تھا۔ نبی کے بعد کچھ مفاد پرست لوگوں نے اس کتر بیونت کیا۔ کمی زیادتی کی۔ اپنی مرضی کی چیزیں داخل کر دیں۔ صحیح باتوں اور احکاموں کو ختم کر کے من مانی باتوں سے اس کو بھر دیا۔ پھر کیا ہوا ہر جگہ سے ایک نیا دین نئے لبادے میں ظاہر ہونا شروع ہو گیا۔ ہر انسان اپنی مرضی کو دین قرار دے لوگوں کو اسی کی طرف دعوت دینا شروع کر دیا۔ پھر بت خانے بنے۔ آتش کدے تیار کیے گئے۔ مختلف ذہنیت کی عبادت گاہیں وجود میں آ گئیں۔ کہیں برہمنیت، جین، بدھ مت، تو کہیں عیسائیت اور یہودیت۔ اور ہندوازم کا نام لے کر برادرانِ وطن کو گمراہ کیا جانے لگا، جو تا امروز جاری ہے۔

سب شاہد بنیں:

جو لوگ اسلام کے حسن و جمال سے واقف ہیں، جن کے اندر اسلام کی روح سرایت کر گئی ہے۔ وہ کبھی بھی کسی بہکاوے، پھسلاوے، لالچ یا تکلیف کے ڈر اور خوف کے ماحول میں بھی اسلام سے نہیں پھریں گے۔ اللہ کے نبی ﷺ کو کہا گیا تھا کہ آپ کو دولت کا خزانہ، عرب کی حسینہ، حکومت کی کرسی اور پوری قوم کی امارت دے دیتے ہیں؛ مگر تم اپنے اس مدعے سے باز آ جاؤ۔ تو اسلام کو لانے والے رسول ﷺ نے جواب دیا تھا: ''میرے ایک ہاتھ میں چاند اور دوسرے ہاتھ میں سورج بھی دے دو گے تب بھی میں اپنے مشن سے نہیں ہٹ سکتا''۔

اس کی وجہ سے آپ کو تین سال تک شعب ابی طالب میں بائیکاٹ کی زندگی بسر کرنی پڑی۔ یہ قانونِ الٰہی ہے، جو لوہا آگ میں تپتا ہے وہی ہتھیار بنتا ہے۔ جو انسان مصائب کو جھیلتا ہے وہی بعد میں کندن بن کر چمکتا ہے۔ تین سال کی قید و بند نے مسلمانوں کو پہاڑ جیسی صلابت اور مضبوطی عطا کر دی۔ اور پھر ایک نئی دنیا میں جینے کا ایسا نظام دیا گیا کہ آج چودہ سو سال بعد بھی اسی کا ڈنکا بج رہا ہے۔

قرآن کریم میں اللہ کا ارشاد ہے: ''وہ لوگ تم سے مسلسل جنگ کرتے رہیں گے اور موقع ملے گا تو تمھیں اپنے دین میں واپس لانے کی بھی کوشش کریں''۔ (بقرہ: ۲۱۷) یہ تو اسلام کی امتیازی پہچان ہے۔ کافروں کی بیچ میں اسلام کا بول بالا اسی طرح ہوتا ہے کہ ہر کوئی اس کو دبانے کی کوشش کرتا ہے؛ مگر وہ دن بہ دن ابھرتا اور پھیلتا جاتا ہے۔

آج کے حالات میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایک ذمہ دار مسلمان کی حیثیت سے جینے اور دوسروں کو حق دلانے اور سب کے ساتھ ہمدردی کرنے کا حکم دیا ہے۔ یہ وہ عمل ہے جو انبیاء کرام کیا کرتے تھے۔ اور اسی کی بنیاد پر انھیں اپنی اپنی قوم کا شاہد بنایا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس امت کو بھی ساری قوموں پر شاہد بنایا ہے۔ ہمارے نبی ﷺ ہمارے اوپر شاہد ہوں گے کہ انھوں نے ہم تک اللہ کی امانت پہنچائی اور ایک بہترین معاشرہ امت کو دے کر دنیا سے روانہ ہوئے۔ ہم دوسری آنے والی امت پر شاہد ہوں گے کہ ہم نے بھی نبی کا راستہ اختیار کیا اور ساری امت کو اسی راستے پر گامزن کرنے کے لیے کام کیا جس پر رسول اللہ ﷺ نے ہمیں چھوڑا تھا۔ اس میں ذرہ برابر بھی کوتاہی ہماری بڑی پکڑ کا ذریعہ بن سکتی ہے۔

ایک ہو مسلم حرم کی پاسبانی کے لیے
نیل کے ساحل سے لے کر تا بخاکِ کاشغر

و آخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمین

☆☆☆☆